غریبوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھتے ہیں یہ قصہ گویا اس کی ایک تمثیل ہے۔ سرمایہ دار لوگ ہمیشہ ننانوے کے پھیر میں رہتے ہیں۔ ننانوے ہوگئے تو رات دن یہی فکر ہے کہ ایک اور مل جائے تو پورے سو ہو جائیں سو ہوگئے تو پھر ہزاروں کی فکر میں اور پھر لاکھوں کی فکر میں پڑ جاتے ہیں۔

ہفت اقلیم ار بگیرد بادشاہ
ہمچناں در بند اقلیم دگر

ان لوگوں کی حرص کا جہنم ہر وقت ہل من مزید کے نعرے لگاتا رہتا ہے۔ غریب سے غریب آدمی کے پاس بھی جو کچھ ہو اُسے چھین لینا چاہتے ہیں۔ عام سرمایہ دار یہی کچھ کرتے ہیں جو ایسا نہیں کرتے وہ خدا کے بندے بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ صرف خال خال۔

(باقی آئندہ)

# چند نایاب مصری کتابیں

ان دنوں عام مصری کتابیں بھی حد درجہ گراں ہوگئی ہیں اور مخصوص اور کم یاب کتابیں تو کسی قیمت پر بھی نہیں ملتیں۔ مکتبۂ برہان میں اتفاقی طور پر چند گراں قدر نایاب کتابیں آگئی ہیں۔ قیمت کا معاملہ خط و کتابت سے طے کیجئے۔

کتاب الام امام شافعیؒ مکمل، جلدیں تمام جلدیں عمدہ حالت میں ہیں۔
(طبع میری)

زرقانی شرح موطا امام مالکؒ کامل۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ برہان دہلی، قرول باغ

# بیت المقدس پر اجمالی نظر

از جناب منشی عبد القدیر صاحب دہلی

ارضِ فلسطین کی بزرگی اور تقدس مسلمانوں کے نزدیک زیادہ تر بیت المقدس کی وجہ سے ہے۔ یوں بھی صدر مقام اور بڑا شہر ہے۔ اس میں اس کثرت سے زیارت گاہیں ہیں کہ کوئی زائر یہودی عیسائی یا مسلمان بغیر گائڈ (رہبر) کے ان کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ صرف گائڈوں ہی کو معلوم ہے کہ کس زیارت گاہ کی چابیاں کہاں سے اور کس کے پاس سے ملیں گی۔ زیارت گاہیں عام طور پر حفاظت کی غرض سے نہ صرف مقفل رکھی جاتی ہیں بلکہ ان پر پہرہ بھی رہتا ہے۔

برٹانیکا انسائیکلوپیڈیا میں بیت المقدس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ۳۳ صدیوں کا پرانا شہر ہے۔ اس مقام نے قدرت اور انسان کے ہاتھ سے تکلیفیں ہی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔

---

**بیت المقدس کا محلِ وقوع:۔** بیت المقدس ایک پہاڑ موریہ یا صیہون پر واقع ہے جو بحیرہ روم کی سطح سے ۲۶۰۰ فٹ اور جھیل مردار کی سطح آب سے ۳۸۰۰ فٹ کی بلندی پر ہے۔ بلحاظ فاصلوں کے دریائے اردن سے ۱۸ میل الخلیل سے ۲۲ میل۔ نابلس سے ۴۰ میل۔ اریحا سے ۲۵ میل۔ بحیرۂ روم سے ۳۳ میل۔ جھیل مردار سے ۱۵ میل یافا سے ۴۰ میل۔ ناصرہ سے ۹۰ میل لد سے ۳۰ میل۔ تل ابیب سے ۴۰ میل۔ غزہ سے ۶۰ میل۔ جنین سے ۷۰ میل۔ حیفا سے ۱۱۰ میل۔ عکا سے ۱۱۵ میل۔ طبرہ سے ۸۵ میل۔ صفد سے ۱۳۰ میل۔ بیت اللحم سے ۶ میل بیر السبع سے ۵۵ میل ہے۔

بیرونِ فلسطین کے مقامات سے:۔ راس الناقورہ سے ۱۳۰ میل۔ بیروت سے ۲۰۰ میل۔ دمشق سے ۱۷۰ میل عمان سے ۷۰ میل۔ کوہِ طور سے ۲۰۰ میل مصر سے ۲۶۰ میل۔ مدینہ منورہ سے ۶۰۰ میل۔ الصور (لبنان) سے ۱۰۰ میل۔ بغداد سے ۴۵۰ میل کے فاصلہ پر یورپ ایشیا اور افریقہ کے درمیان وسطی حیثیت رکھتا ہے۔

واقعات کا مختصر خاکہ یوں کھینچا ہے کہ یہ مقام زلزلہ سے تباہ ہوکر کھنڈرات کا پہاڑ بن چکا ہے۔ انسان اسے کئی بار پیوند زمین کر چکے ہیں۔ بیس مرتبہ محصور ہو چکا ہے۔ اٹھارہ دفعہ دوبارہ تعمیر ہو چکا ہے اور دو زمانے ہڈایان اور بخت نصر کے عہد میں اس کی مکمل بربادی کے ہو چکے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تاریخ کی تدوین باقاعدہ نہ تھی۔ اس پر چھ دور مذاہب کی تبدیلی کے گزرے ہیں یعنی یہاں کے باشندے اپنا آبائی دین چھوڑنے اور نیا مذہب اختیار کرنے پر مجبور ہوتے رہے۔ اس پر ایسا زمانہ بھی گزرا کہ اس کی وادیاں پر کر دی گئیں اور ایسا بھی کہ اس کو زمین کے برابر ہموار کر دیا گیا۔ اس کے گلی کوچے اور عمارتیں تباہ کی گئیں اور اس کے باشندے قتل کر دیئے گئے یا جلاوطن کر دیئے گئے لیکن یروشلم اپنی ہی جگہ پر ہے اس کی روح غیر فانی ہے۔

دنیا میں اس وقت کوئی اور ایسا مقام نہیں ہے جس نے اس کثرت سے انقلابات دیکھے ہوں موجودہ زمانہ بھی انقلابی دور ہے اور کچھ عجب نہیں کہ اس مرتبہ اس میں ایسا انقلاب رونما ہو جو بین الاقوامی بن جائے اور دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں عبرتناک انقلاب کی لپیٹ میں آجائیں۔ یہودیوں کا وطن قرار دیا جانا ایک نہایت ہی ناممکن العمل اعلان ہے اور امن عالم کو تہ و بالا کرنے والا ہے۔

اس کا ابتدائی قدیم نام جیبس ( Jebus ) ہے۔ انگریز اسے یروشلم۔ یوروشلم (Jerusalem) کہتے ہیں۔ جس کا تلفظ جرُوزلَم ہے جو اصل میں عبرانی ہے اور شلیم اور ایلیا بھی کہتے ہیں۔ تقدیس کے باعث اسے صلح یا امن کا گھر ( City of Peace. ) کہتے ہیں۔ اور شلیم کے معنی سلامتی کا گھر ( City of Salim. ) ہے۔ عرب بَیتُ المُقَدَّس یعنی متبرک مکان یا بَیتُ المَقدِس یعنی پاک ترین مقام کہتے ہیں۔ ضلع کا نام اَلقُدُس ہے۔ انسانی یاد میں دنیا کا کوئی مقام بیت المقدس سے قدیم اب تک دریافت نہیں ہوا۔

بیت المقدس تیرہ سو سال مسلمانوں کے قبضے میں رہا ہے اس عرصہ میں اس پر تھوڑے تھوڑے عرصہ کیلئے بارہا عیسائیوں کا قبضہ بھی رہ چکا ہے جیسا کہ اس کی مختصر روئداد انقلاب سے معلوم ہوگی۔ عیسائیوں نے اس کو واپس لینے کے لئے چونکہ صلیبی جنگیں لڑی ہیں اس لئے عیسائی فلسطین کو صلیبوں کی

سرزمین (Crusaders land) کہتے ہیں۔ بعض مورخین کا اندازہ ہے کہ صلیبی جنگوں میں ساٹھ لاکھ عیسائی قتل ہو چکے ہیں۔ جنگِ عظیم میں جو مارے گئے ان کی تعداد اس میں شامل نہیں۔ صلیبیوں کے مقابلے میں جو مسلمان تھے۔ اہلِ مغرب انھیں (Sarecen.) کہتے ہیں مراد اس سے عرب ہیں۔

یہودیوں اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ دنیا کا وسط بیت المقدس ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں بیت المقدس کے نام سے کہیں نہیں آیا۔ البتہ احادیث اور دوسری اسلامی روایتوں میں البیت المقدس کے نام سے ذکر آیا ہے۔ انجیل اور توریت میں بھی اس کا ذکر بہت جگہ ہے اس لحاظ سے یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے فضیلت والا اور عظمت و بزرگی والا مقام ہے۔ یہ دنیا کا سب سے قدیم شہر ہے اور اس میں اس کثرت سے نبی اور پیغمبر ہوئے کہ اسے نبیوں یا رسولوں کا گھر بھی کہا جا سکتا ہے چنانچہ فلسطین کا ہر فلاح اپنے تئیں کسی نہ کسی پیغمبر ہی کی نسل سے بتاتا ہے۔

دو ہزار سال پہلے اس پر رومن حکمراں تھے۔ سنہ ۱۰۹۹ء سے سنہ ۱۱۸۷ء تک لاطینیوں کے قبضے میں رہا پھر مسلمانوں کے قبضے میں سنہ ۱۹۱۷ء تک رہا۔ اب برطانیہ قابض ہے۔ حضرت سلیمانؑ۔ حضرت یحییٰؑ اور حضرت ذکریاؑ کے مقبرے ہیں۔ جنگِ عظیم میں جو مارے گئے ان کا قبرستان اور یادگار بھی ہے۔ مسجد عمر و قبۃ الصخرہ یہیں ہے اس کے جنوب غرب میں وادی الربال بہتی ہے جو کدرون ندی سے ملتی ہے۔ زین (Zion) اور موریا دو پہاڑیاں جنوبی حصے میں ہیں اُن پر سے وادی حمون Hammon دکھائی دیتی ہے۔ ان پر رومن کیتھولک اور یونانی گرجوں کے بشپ رہتے ہیں۔ کدرون ندی وادی النار میں سے گزرتی ہے اور جھیل مردار میں گرتی ہے۔ یہ اکثر خشک بھی ہو جاتی ہے۔ یافا گیٹ سے چونکہ جنرل ایلنبائی داخل ہوا تھا اس لئے اسے بہت اہمیت دی گئی ہے۔ شہر میں پانی برکت العروب کی ندی سے بذریعہ نل آتا ہے یہ شہر سے چودہ میل ہے اس کا ذخیرہ آب سلیمانی تالاب Soloman Pool. میں ہے۔ دوسرا ذخیرہ آب لفطہ پر ہے۔ جبلِ زیتون کے پاس سکوپس Scopus. چوٹی پر یونیورسٹی قائم کی ہے۔ اس کا سنگِ بنیاد مشہور یہودی لیڈر ڈاکٹر حیم ویزمن پریسیڈنٹ یہود کمیٹی نے سنہ ۱۹۱۸ء میں رکھا تھا اور لارڈ بالفور نے سنہ ۱۹۲۵ء میں اس کا افتتاح کیا تھا۔ اسی یونیورسٹی کے

ماتحت تل ابیب میں زراعتی ریسرچ ہوتی ہے اس میں گیارہ ایکڑ زمین ہے اور متعلقہ کتب خانہ میں ۱۳۶۰۰۰ کتب موجود ہیں۔ برطانیہ نے جنگِ عظیم کے بعد جدید دفتری عمارتیں اور واٹر ورکس قائم کیا ہے ریلوے سٹیشن ہے۔ پہلے قافلوں کے ذریعہ اور اب ریل سے لاکھوں عیسائی زائر سالانہ آتے جاتے ہیں۔ یہودیوں کے زمانہ میں دار السلطنت رہ چکا ہے۔ بلحاظِ آبادی سب سے بڑا شہر تھا مگر اب دوسرے درجہ پہ ہے۔ اول نمبر تل ابیب ہے۔ ۱۹۲۲ء میں اس کی آبادی ۶۲۷۰۰ تھی جس میں ۳۳۹۷۱ یہودی تھے ۱۹۳۱ء میں ۹۰۵۰۰ ہوگئی اب ایک لاکھ سے زائد ہے۔ یہاں مئی سے اکتوبر تک موسم خشک رہتا ہے اس کے بعد بارش ہوتی ہے۔ ہر تین سال میں دو سال برف بھی پڑتی ہے۔ بارش کی سالانہ اوسط ۲۶ انچ ہے۔ ہر موسم خوشگوار ہے۔ شہر کے گرداگرد پختہ فصیل ہے آبادی فصیل کے باہر چاروں جانب روز افزوں ترقی پر ہے۔

**بیت المقدس کی عظمت**

(۱) حضرت ابراہیمؑ اسی مقام پر اپنے بیٹے کو قربانی کے لئے لے گئے تھے۔

(۲) حضرت یعقوبؑ نے اسی مقام پر خواب میں باتیں کیں اسی لئے اس وقت اس کا نام "بیت ایل" یعنی "خدا کا گھر" رکھا گیا۔

(۳) حضرت داؤدؑ نے اس کی بنیاد رکھی۔

(۴) حضرت سلیمانؑ نے خدا کے حکم اور الہام کے مطابق یہاں مسجد ہیکل یا مسجد الاقصیٰ تعمیر کی۔

(۵) یہی مسجد اور یہی شہر ہزارہا انبیاء علیہم السلام کا قبلہ مصلیٰ اور زیارت گاہ رہا ہے۔

(۶) حضرت عیسیٰؑ اور ہزارہا پیغمبروں کے مزارات اسی شہر اور اس کے مضافات و نواح میں موجود ہیں۔

یہاں مسیحؑ کی قبر کے نام سے ایک گرجا ہے اس میں ایک بڑا پتھر ہے جس پر بقول عیسائیوں کے مسیحؑ کی نعش کو غسل دیا گیا تھا۔ ایک صندوق سنگِ مرمر کا ہے جس میں مسیحؑ کی لاش کا رکھا جانا بتایا جاتا ہے۔ اس گرجے میں یونانی۔ لاطینی اور ارمنی سب شریک ہیں اور ہر سال وقتِ مقررہ پر مسیحؑ کے مصلوب ہونے اور دوبارہ زندہ ہونے کا سوانگ بناتے نعش نکالتے اور بڑا ماتم کرتے ہیں۔ ہم مسلمان وہاں کے کل مقدس مقامات کو مانتے ہیں بجز اس گرجا کے کیونکہ ہمیں

حضرت مسیحؑ کے مصلوب ہونے سے انکار ہے۔ دراصل یہ مقبرہ یہودا اسکریوطی کا ہے جو ان کی جگہ دفن ہوا اور حضرت عیسیٰؑ کے شبہ میں سولی پر چڑھایا گیا۔

کوہ زیتون (Mt. Olives) بیت المقدس کے بالکل قریب ہے یہاں حضرت عیسیٰؑ عبادت کیا کرتے تھے اور یہیں سے یہودی انھیں گرفتار کرکے پلاطوس کے پاس لے گئے تھے اس کے اور شہر کے درمیان ایک نالہ ہے جسے کدرون کہتے ہیں عیسائی اسے بھی متبرک خیال کرتے ہیں

(۷) یہاں الصخرہ و قبۃ الصخرہ ہے۔ مسجد عمر ہے۔ حرم شریف ہے۔

(۸) یہودیوں کی سب سے متبرک جگہ دیوار گریہ ہے جس پر ہاتھ رکھکر اور کھڑے ہو کر روتے ہیں دراصل یہ دیوار حرم شریف کی دیوار ہے۔

(۹) صخرہ کے علاوہ ایک اور بڑا پتھر ہے جس کی نسبت کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے تکیہ لگا کر بیٹھے تھے یہ پتھر بیچ میں سے ٹوٹا ہوا ہے۔

(۱۰) ایک صندوق ہے جس میں ایک سوراخ ہاتھ جانے کے قابل ہے اس کے اندر قدمِ رسولؐ مبارک بتاتے ہیں۔

(۱۱) ایک سبز پتھر ہے جو ۱۴ انچ مربع ہے جس میں ۱۸ سوراخ کیل کے لائق بنے ہوئے ہیں اس کی یہ خاصیت بتاتے ہیں کہ زمانہ گذر جانے کے بعد اس میں سے ایک کیل غائب ہو جاتی ہے چنانچہ اس میں سے ½۱۴ کیل غائب ہیں اور ½۳ باقی ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے غائب ہو جانے کے بعد دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(۱۲) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہیں سے معراج ہوئی تھی اسی لئے اسے آپ کی آسمانی سیر گاہ کہا جاتا ہے۔

(۱۳) ۱۷ ماہ تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہ چکا ہے اسی لئے اسے قبلۂ اولیٰ کہتے ہیں۔

**فتح بیت المقدس** | جنگِ یرموک کے بعد مسلمانوں کا کل لشکر فلسطین کی سرزمین کے فتح کرنے کے واسطے روانہ ہوا اس لشکر کے سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص اور افواجِ شام کے سپہ سالار ابو عبیدہ تھے ۔۔۔

عمروبن العاصؓ نے ۱۶ھ میں بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا تو عیسائی قلعہ بند ہوکر لڑتے رہے۔ ابوعبیدہؓ شام کے بہت سے شہر تسخیر کرنے کے بعد فارغ ہوچکے تھے وہ بھی اپنے لشکر سمیت آگئے اور محاصرہ میں شریک ہوگئے انھوں نے یروشلم کے بڑے بڑے سرداروں کو یہ خط لکھے:۔

صحت اور خوشی ان لوگوں کو ہے جو راہِ راست پر چلتے اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں ہم تم سے یہ چاہتے ہیں کہ تم اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ اور جب تم ایمان لاؤگے تو ہمیں حرام ہے کہ تمہیں ماریں یا تمہارے بال بچوں کو ہاتھ لگائیں اور اگر تم ایمان نہیں لاتے تو ہم کو خراج دو اور ہماری حمایت میں رہنا اختیار کرو اور جو یہ بھی نہ مانوگے تو میں تمہارے مقابلہ میں ایسے لوگ لاؤں گا جو اللہ کی راہ میں شہید ہونے کو عزیز رکھتے ہیں اور ہم بغیر فتح کے یہاں سے نہیں ٹلیں گے۔

بہت صلاح و مشورہ کے بعد بالآخر پادری سفرونیس Sophronius نے صلح منظور کی اور کہا کہ یہ پاک مقام ہے اس کو میں خلیفۃ المسلمین کے سوائے اور کسی کے سپرد نہیں کرونگا اور عارضی صلح کے لئے معززین شہر کو جھنڈے کے ہمراہ مسلمانوں کے پاس بھیجا اور صلح چاہی۔

ایک اور روایت ہے کہ جب تک حضرت عمرؓ خود بنفسِ نفیس چار ہزار سواروں کے ہمراہ بیت المقدس تشریف نہ لے آئے، فتح نہ ہوئی۔ دوسری روایت اس طرح ہے کہ عیسائیوں نے یہ شرط پیش کی کہ حضرت عمرؓ یہاں خود تشریف لائیں اور صلحنامہ ان ہی کے ہاتھ سے لکھا جائے۔ چنانچہ حضرت عبیدہؓ نے خط لکھا کہ بیت المقدس کی فتح آپ کی تشریف آوری پر منحصر ہے اس خط کے ملنے پر حضرت عمرؓ بمشورۂ حضرت علیؓ خلافت کے کام کو حضرت عثمانؓ کے سپرد کرکے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور دمشق تشریف لے گئے یہاں بیت المقدس کے رؤسار کا ایک گروہ معاہدہ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ معاہدۂ صلح لکھا گیا جس پر عیسائی عمائدین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کے دستخط ہوگئے تو آپ بیت المقدس کو تشریف لے گئے۔

اسی سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ صلح نامہ کی تکمیل بیت المقدس میں ہوئی اور وہ

اس طرح کہ سفرونیس حاکمِ شہر نے اپنے سفیر کی امان چاہی۔ جب آپ نے امان دیدی تو سفیر بلا روک ٹوک آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہم سے صلح کر لی جائے اور خراج لیکر باجگذار بنا لیا جائے۔

کوئی بھی روایت صحیح ہو یہ حقیقت ہے کہ صلح ہوئی اور حضرت عمرؓ بیت المقدس تشریف لے گئے۔ اس وقت حدودِ شہر بیت المقدس میں بارہ ہزار یونانی اور پچاس ہزار اصلی باشندے آباد تھے۔ حضرت عمرؓ نے اصرار کیا کہ کل یونانی تین دن کے اندر شہر سے نکل جائیں اور شہر کے اصلی باشندے خراج ادا کریں۔ چنانچہ ۵ دینار امراء پر، چار دینار متوسط الحال پر اور تین دینار ادنیٰ درجہ کے لوگوں پر فی کس سالانہ کے حساب سے یہ ٹیکس لگایا گیا ہے۔ بہت بوڑھے اور نابالغ اور عورتیں اس ٹیکس سے مستثنیٰ رکھے گئے۔

جب حضرت عمرؓ اس مقدس شہر میں داخل ہوئے تو اس وقت ان کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اس متبرک پہاڑ کا محلِ وقوع معلوم کریں جسے الصخرہ کہا جاتا ہے اور جس پر مسجد الاقصیٰ واقع تھی جہاں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو کر معراج میں آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے، آپ نے وہاں کے راہب سے فرمایا کہ وہ ان کی رہبری کرے اور وہ مقدس جگہ دکھائے۔ راہب سب سے پہلے آپ کو کلیسائے نشور (Church of The Resurrection) میں لے گیا اور کہا کہ یہی حضرت داؤدؑ کی مسجد ہے آپ نے فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ خدا کے رسول حضرت محمدؐ نے مجھے جو جگہ بتائی یہ اس کے مشابہ نہیں ہے پھر وہ کلیسائے صیہون (Church of Zion) میں لے گیا اور کہا کہ یہ حضرت داؤدؑ کی مسجد ہے آپ نے پھر فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اسی طرح راہب آپ کو ہر گرجا میں لے گیا آپ نے ہر بار یہی فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ آخر کار راہب آپ کو اس دروازہ سے لے گیا جس کا نام اب بَابُ المُحَمَّد ہے۔ سیڑھیوں پر سے کوڑا کرکٹ صاف کرنے کے بعد وہ ایک تنگ راستے میں داخل ہوئے جہاں حضرت عمرؓ گھٹنوں کے بل چل کر وسطی بدرو کے پاس آئے یہاں پر کھڑے ہو کر آپ نے الصخرہ کی جانب نگاہ ڈالی اور فرمایا کہ قسم ہے اس خدائے بزرگ و برتر کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہی وہ جگہ ہے جو اللہ کے رسولؐ نے مجھے بتائی تھی۔ اس کے بعد

آپ نے اس پر ایک مسجد تعمیر کیے جانے کا حکم دیا۔ عبد الملک بن مروان نے بیت المقدس کی مسجد حرام کی جسے اب مسجدِ عمر کہا جاتا ہے ہجری ۶۹ میں تعمیر شروع کی۔ یہ مسجد تین سال میں تیار ہوئی اور اس پر ملکِ مصر کی سات سالہ مالگذاری کی رقم صرف ہوئی۔

حضرت عمرؓ نے کئی دن بیت المقدس میں قیام کیا۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت بلالؓ سے اذان دینے کے لئے فرمایا آپ نے فرمایا کہ میں عزم کر چکا ہوں کہ رسول اللہ کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دوں گا لیکن آج اور صرف آج آپ کا ارشاد بجا لاؤں گا۔ اذان دینی شروع کی تو تمام صحابہ کو رسول اللہ کا عہد مبارک یاد آ گیا اور سب پر رقت طاری ہو گئی۔ ابو عبیدہؓ و معاذ بن جبلؓ روتے روتے بیتاب ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کی ہچکی بندھ گئی اور دیر تک سب پر ایک خاص اثر رہا۔

ایک دن مسجد اقصیٰ میں گئے اور کعب احبار کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ نماز کہاں پڑھی جائے۔ مسجدِ اقصیٰ میں ایک پتھر ہے جو انبیاء سابقین کی یادگار ہے اس کو صخرہ کہتے ہیں یہودی اس کی اسی طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح مسلمان حجر اسود کی۔ حضرت عمرؓ نے قبلہ کی نسبت پوچھا تو کعب نے کہا کہ صخرہ کی طرف۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں یہودیت کا اثر باقی ہے اور اسی کا اثر تھا کہ تم نے صخرہ کے قریب جوتی اتار دی۔

**بیت المقدس کا معاہدہ** ممتاز باشندگانِ شہر اور مسلمانوں کے مابین فتح بیت المقدس کے بعد جو عہد نامہ لکھا گیا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"یہ ایک تحریر (اقرار) ہے منجانب عیسائی باشندگانِ بیت المقدس جو مرتب کی گئی حضرت عمر بن الخطابؓ خلیفۃ المسلمین کے نام

جب آپ ہم پر غالب آئے ہم نے آپ کی اطاعت منظور کی اور ہم نے اپنے تئیں اپنے بچوں، اپنے ہم مذہبوں اور اپنے مقبوضات کو آپ کے حوالہ کر دیا اور عہد کیا کہ چھوٹے بڑے گرجوں۔ خانقاہوں اور راہبوں کے حجروں میں کسی قسم کی مداخلت نہ ہوگی نہ ان میں سکونت کی جائیگی نہ ڈھائے جائیں گے ان میں کوئی ایسا شخص جو مسلمانوں کا مخالف ہو

رہ نہ سکیگا ان میں ہر وقت مسلمانوں کو داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا مسافروں اور سیاحوں کے لئے ان کے دروازے کھلے رکھیں گے اگر کوئی مسافر مسلمان ان میں رہنا چاہے گا تو اسے تین دن بطور مہمان کے کھانا اور جگہ دیں گے۔ اسے اپنے گرجاؤں میں کسی راز کے معلوم کرنے سے نہیں روکیں گے اور اس سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھیں گے اسے اپنی کسی عبادت میں شریک نہیں کریں گے۔ کسی کو عیسائی مذہب کی دعوت نہیں دیں گے۔ نہ کسی طرح کا جبر کریں گے اپنے کسی ہم مذہب کو اسلام قبول کرنے سے نہیں روکیں گے۔ مسلمانوں کی ہر جگہ تعظیم کریں گے ان کو اگر اپنی مجلسوں میں بٹھائیں گے تو بلند مقام پر بٹھائیں گے اور خاطر مدارات کرینگے۔ لباس۔ پٹکے۔ صافے۔ زیر پا یا سر کی مانگ میں مسلمانوں کی مشابہت نہیں کریں گے ان کی زبان میں کچھ نہیں لکھیں گے نہ اپنے آپ کو ان کے خطابوں سے پکاریں گے۔ سواری میں گھوڑوں پر زین نہیں کسیں گے اپنی تلواروں کو پیٹیوں کے ساتھ نہیں لٹکائیں گے۔ تیر کمان، تلوار یا لٹھ لیکر نہیں نکلیں گے۔ اپنی انگوٹھی پر عربی رسم الخط میں کچھ نہیں کھدوائیں گے۔ شراب نہیں بیچیں گے اپنی پیشانیاں منڈوائیں گے اور ان پر کپڑا باندھیں گے۔ کمر میں زیادہ چوڑا پٹکا استعمال نہیں کریں گے۔ اپنی عبادت گاہوں کے باہر صلیب نہیں لگائیں گے۔ شارع عام میں یا مسلمانوں کے راستوں میں یا ان کی کاروباری جگہوں میں اپنی صلیبوں کو نہیں دکھائیں گے۔ گھنٹے زور سے نہیں بجائیں گے اپنے مردوں پر آواز بلند نہیں کریں گے مسلمانوں کی گذرگاہوں یا شارع عام میں چراغاں یا ہیچوقسم آرائشگی وغیرہ نہیں کریں گے اپنی میتوں کو مسلمانوں کے قریب نہیں لے جائیں گے۔ غلام جو مسلمان ہو جائے گا اسے پھر اپنے پاس نہیں رکھیں گے۔ نہ اس کے گھر کی طرف نگاہ کریں گے اور ایلیا (بیت المقدس) میں ہمارے ساتھی یہودی رہنے نہیں پائیں گے۔ سلہ

حضرت عمرؓ نے اس معاہدہ کی تصدیق کرتے وقت حسب ذیل اضافہ فرمایا:۔

---

سلہ اس پر گفتگو کی بڑی گنجائش ہے (برہان)

ہم مسلمانوں میں سے کسی کو اذیت نہیں دیں گے یہ ہم آپ سے اپنی طرف سے اور اپنے ہم مذہبوں کی جانب سے عہد و پیمان کرتے ہیں کہ ہم مذکورہ بالا شرائط کو تسلیم کرتے ہیں اور ہم ان میں سے کسی کی خلاف ورزی نہیں کریں گے اگر کریں تو ہمارے ساتھ کوئی ہمدردی نہ کی جائے اور ہم اختیار دیتے ہیں کہ جو سخت سے سخت سزا دیں ہم اس کے سزاوار ہوں گے۔

اس تحریر پر خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عبد الرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابو سفیان نے بطور گواہ دستخط کئے یہ عہد نامہ ۱۵ھ میں لکھا گیا۔

**خلاصہ تاریخ بیت المقدس** دنیا میں بیت المقدس ہی وہ مقام ہے جس نے قدرت اور انسان کے ہاتھوں ہمیشہ دکھ اٹھائے ہیں نہایت ہی مختصر خاکہ یوں کھینچا جا سکتا ہے کہ زلزلے سے تباہ ہو کر یہ مقام کھنڈرات کا پہاڑ بن چکا ہے اور انسانوں نے بھی اسے بار بار پیوند زمین کیا ہے۔ بیس مرتبہ محصور ہو چکا ہے۔ چھ دور مذاہب کی تبدیلیوں کے گذر چکے ہیں۔ اٹھارہ بار دوبارہ آباد کیا جا چکا ہے دو بار مکمل بربادی ہو چکی ہے۔ ایسا زمانہ بھی گذرا ہے جبکہ اس کی وادیاں پُر کر دی گئیں اور ایسا وقت بھی اس مقدس شہر نے دیکھا ہے کہ اس کی عمارتوں کو ڈھا دیا گیا اس کے باشندوں کو تہ تیغ کر دیا گیا اور زمین پر ہل چلا کر ہموار کر دیا گیا۔ باوجود اس کے یروشلم اپنی جگہ پر موجود ہے اور اس کی تقدیس میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوئی۔ یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی روح قیامت تک غیر فانی ہے۔

دنیا میں کوئی ایسا مقام نہیں جس نے ۴۲ صدی سے اس کثرت کے ساتھ آلام و انقلاب دیکھے اور برداشت کئے ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے اسرائیلیوں اور یہودیوں کے زمانہ میں جو انقلابات رونما ہوئے وہ کچھ کم لرزہ خیز نہیں۔ ان کے تذکرہ سے بخوفِ طوالت ہم احتراز کرتے ہیں اور صرف مجملاً سنہ عیسوی سے اب تک کے اختصار کے ساتھ حالات پیش کرتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

۳۳ء بقول عیسائیوں کے حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھایا گیا وہ دوبارہ زندہ ہوئے اور آسمانوں پر اٹھا لیئے گئے۔

۴۳ء۔ عیسائیت قبول کرنے کے بعد پولوس (St, Paul) اول مرتبہ اس شہر میں داخل ہوا۔

۶۹ء۔ وا سپین کے بیٹے شاہنشاہ طیطوس نے جس نے یہودیوں کے خلاف جنگوں میں کامیابیاں حاصل کیں فتح کیا۔ معبد کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ ہیکل کو بیخ و بُن سے اکھاڑ دیا اور اس مقام پر ہل چلوا دیئے۔ اس کی بنیادوں سے مدت تک آگ کے شعلے نکلتے رہے یہ یہود کی بدسلوکی کی وجہ سے قہر الہی کا ظہور تھا۔

۱۳۵ء معبد دوبارہ بن کر تیار ہوا۔ پھر گرایا گیا اور اس پر ہل چلوائے گئے۔

۱۳۶ء شاہنشاہ ہڈرین نے پہلے تو اس شہر کا نام ایلیا رکھا مگر بعد میں کیپی تولینا قرار دیا۔

۳۳۶ء۔ عیسائی حکومت قائم ہوئی مشہد (Martyrion) اور کلیساء نشور (Church of Resurrection) تعمیر کرائے۔

۶۱۴ء بروایت دیگر خسرو ثانی شاہ ایران نے طویل محاصرہ کے بعد فتح کیا۔ اس جنگ میں انیس ہزار عیسائی قتل ہوئے۔

۶۲۸ء۔ شاہ ہرقل (Heraclius) نے شاہ خسرو کو شکست دے کر قبضہ کیا اور یروشلم میں اصلی صلیب لے گیا۔

۶۳۷ء۔ بطریق سوفرون (Sophronius) نے ستر دن (بروایت دیگر چار ماہ) کے محاصرہ کے بعد اس مقدس شہر کو مسلمانوں کے حوالہ کیا۔ اس فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے عیسائیوں کو گرجاؤں میں آزادی سے عبادت کرنے کی اجازت دی جو وہاں جنگِ عظیم یعنی برطانیہ کے قبضہ سے پیشتر تک جاری رہی۔ اس موقع پر مسلمانوں اور عیسائیوں میں ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی رو سے طے پایا تھا کہ بیت المقدس میں آئندہ کوئی نیا گرجا تعمیر نہ کیا جائے گا اور عیسائی لباس پہنے، صافے اور سر کی مانگ میں

مسلمانوں کی مشابہت نہیں کریں گے۔ عیسائیوں میں آڑی مانگ نکالنے کا طریقہ اسی وقت سے رائج ہے مسلمان ان کے برعکس ناک کی سیدھ میں مانگ نکالا کرتے تھے۔ اس فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے یہاں دس روز قیام فرمایا تھا اور اپنے دستِ مبارک سے مسجدِ عمر کا سنگِ بنیاد رکھا تھا۔ اب اسی کو مسجد اقصیٰ کہتے ہیں۔

سنہ ۶۴۰ء مسجد عمر کی تعمیر ختم ہوئی۔ اس پر ملکِ مصر کی سات سالہ مالگذاری صرف ہوئی۔

سنہ ۶۹۱ء عبدالملک نے مسجد عمر پر گنبد بنوایا جس کی تعمیر اس کی ابتدائی حکومت کے سال سنہ ۶۸۴ء سے شروع ہوئی تھی۔

سنہ ۸۰۰ء شاہنشاہ شارلمان (Charlemagne) والی فرانس نے چند سفیر اس مقدس شہر میں خیرات تقسیم کرنے کی غرض سے بھیجے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے شاہنشاہ مذکور کو مزار مقدس (Holy Sepulchre) اور کیلوری کی چابیاں تحفتاً انہی سفراء کے ہاتھ بھیجیں۔ اس کے علاوہ ایک خوشنما شامیانہ پانی کی ایک گھڑی اور ایک ہاتھی دے کر ان کو اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔

سنہ ۸۴۰ء تمیم ابو حرب باغی نے کچھ دن تک اس پر قبضہ رکھا۔

سنہ ۹۶۹ء خلیفہ معز (فاطمی خاندان) نے اس پر قبضہ کیا۔ مزار مقدس نذر آتش ہو کر خاکستر ہو گیا۔

سنہ ۱۰۳۵ء رابرٹ شاہ نارمنڈی (فرانس) نے حج کیا۔

سنہ ۱۰۵۴ء کیمبرائے فرانس کے شاہ لیتھبرٹ نے حج کیا۔

سنہ ۱۰۶۵ء جرمنی کے بشپوں نے حج کیا۔

سنہ ۱۰۷۷ء ملک شاہ کی فوجوں نے تاخت و تاراج کیا۔

سنہ ۱۰۸۴ء ترکمان سردار ارتق نے بغاوت کی اور قابض ہوا۔

سنہ ۱۰۹۵ء صلیبی جنگیں عیسائیوں کی مذہبی جنگیں تھیں جو انھوں نے مسلمانوں کے خلاف دو صدی تک برابر جاری رکھیں۔ ان جنگوں کے مقصد دو تھے اول یہ کہ عیسائی حاجیوں کی معبد مقدس کی زیارت میں جانیں محفوظ ہوں۔ دوسرے فلسطین پر عیسائی حکومت قائم ہو لیکن بعد میں قسطنطنیہ اور مصر بھی

ان کی دستبرد سے نہ بچے اور بہت سخت معرکوں کے جولانگاہ رہے۔ آخر چودھویں صدی میں ترکوں نے صلیبی جنگوں کو دافعتی جنگوں میں تبدیل کردیا۔

عیسائی مورخ ان جنگوں کے آغاز کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ جب سلجوقیوں نے فلسطین پر قبضہ کیا تو عیسائیوں کے لئے حج مشکل اور خطرناک ہوگیا۔ اس بنا پر پوپ اربن ثانی اور پیٹر دی ہرمٹ نے مسلمانوں کے خلاف جہاد کا اعلان کردیا۔ ان کی اس پکار کو شاہوں اور عوام نے یکساں اہمیت دی۔ چنانچہ والٹر پینی لیس اور پیٹر ۱۰۹۶ء میں ایک صلیب لے کر ایک غیر منظم انبوہ کے ساتھ فلسطین کی جانب روانہ ہوئے۔ اس میں بہت سے شاہزادے اور کنرڈ ثالث اور لوئس ہفتم بھی شریک تھے یہ کثیر انبوہ قسطنطنیہ پر جمع ہوا اور ایشیائے کوچک کے راستے لڑتا بھڑتا انطاکیہ پہنچا۔ اسے فتح کیا۔ پھر چالیس ہزار صلیبی مجاہدوں کے ساتھ بیت المقدس کی فصیل تک پہنچکر سخت جنگ کے بعد مسلمانوں سے ۱۵ر جولائی ۱۰۹۸ء کے روز فتح کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان مجاہدوں نے دس ہزار مسلمانوں کو شہید کیا اور عیسائی حکومت قائم کرلی۔ بوٹلن (بلجیم) کے گاڈفرے کو صلیبیوں نے یہاں کا بادشاہ بنایا۔ اس کے بھائی بالڈون کو بالائی عراق کا اور بوہمنڈ کو انطاکیہ کا بادشاہ تسلیم کیا۔ گوڈفرے ۱۱۰۰ء میں مرگیا تو اس کی جگہ بالڈون ہوا۔ بوہمنڈ دشمنوں کے ہاتھ اسیر ہوا اور جو مہم انطاکیہ واپس لینے کے لئے بھیجی گئی تھی وہ سب کی سب تباہ ہوگئی۔ یہ پہلی صلیبی جنگ تھی۔ اس دور میں عیسائیوں نے مسلمانوں اور یہودیوں سے جزیہ بھی لیا۔

۱۰۹۸ء فاطمی خلیفہ نے بیت المقدس دوبارہ فتح کیا۔

۱۱۴۷ء دوسری صلیبی جنگ لوئس ہفتم (فرانس) اور کنرڈ ثالث سے ہوئی اور وہ ناکام ونامراد رہے۔ یورپ نے اس شکست کا اعلان ۱۱۴۹ء میں کیا اس جنگ میں عیسائیوں کا بے اندازہ نقصان ہوا۔

۱۱۷۴ء۔ سلطان صلاح الدین بن یوسف بن ایوب سلطانِ مصر نے دمشق فتح کیا اور ۱۱۸۳ء میں حلب پر قبضہ کیا اس کے بعد براہ گیلیلی دو بڑے معرکے عیسائیوں کے ساتھ طبریہ اور حطین پر ہوئے اور اکتوبر ۱۱۸۷ء میں یروشلم پر قابض ہوگیا اور صخرہ پر جو سونے کی صلیب تھی سلطان نے اسے اپنے ہاتھ کی

اتار پھینکا اور اس کی جگہ اپنا ہلالی جھنڈا نصب کیا۔ مسجد کو اسی حال پر دوبارہ بنوایا۔ یورپ میں عیسائیوں نے اس فتح کی خبر کو تعجب اور غصہ سے سنا۔ اس کے بعد رچرڈ اول شیر دل شاہ انگلستان۔ فلپ آگسٹس ثانی والی فرانس اور فریڈرک والی جرمنی کثیر فوج کے ساتھ تیار ہوئے۔ جرمنی والے ایشیائے کوچک کی راہ سے روانہ ہوئے۔ شاہنشاہ فریڈرک راستے ہی میں ڈوب کر مرگیا۔ باقی دونوں سمندر کے راستہ سے عکا پہنچے جہاں صلاح الدین ایوبی نے ایسی شکست فاش دی کہ کسی کو بیت المقدس تک پہنچنے کی ہمت اور توفیق نہ ہوئی۔ یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ۱۱۸۹ء میں عکا کو صلیبیوں نے گھیر لیا اور ۱۱۹۱ء میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا۔

عکا میں جب یہ یورپ کے صلیبی مجاہد بتعداد کثیر مع رچرڈ کے بیمار ہوگئے تو سلطان نے از راہِ ہمدردی ان کو بہت سی اشیاء بھیجیں اور کہلا بھیجا کہ ان کو استعمال کرو اور تندرست ہو کر مجھ سے جنگ کرو۔ ایسا نہ ہو کوئی ارمان باقی رہ جائے۔ یہ تیسری صلیبی جنگ تھی اسے شاہنشاہوں کی جنگ سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ یہ جنگ ۱۱۹۲ء میں ختم ہوئی۔ اسی سنہ میں عیسائیوں کو سلطان نے حج کی اجازت عطا کی۔

اس جنگ کے اخراجات پورے کرنے کے لئے ۱۱۸۸ء میں انگلستان میں ایک بھاری ٹیکس لگایا گیا جو کمائی کا دسواں حصہ تھا اس کا نام عشر صلاح الدین تھا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے رچرڈ شیر دل سے کہا تھا کہ یروشلم ہم مسلمانوں کو اتنا ہی عزیز ہے جتنا نصاریٰ کو ہو سکتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے ہمارے رسول مقبولؐ کو معراج حاصل ہوئی اور بروز قیامت ہماری امت محمدیہ کے لئے یہیں میدانِ حشر ہوگا۔

۱۱۹۸ء سے ۱۲۰۴ء تک ہنری ششم نے چوتھی بار حملہ کیا مگر شکست فاش کھائی۔ اس جنگ میں ۱۲۰۲ء میں ایک فرانسیسی لڑکے اسٹینے کی سرکردگی میں جوانوں کے علاوہ بارہ بارہ اور چودہ چودہ سال کے تیس ہزار لڑکے بھی صلیبی مجاہد بن کر یورپ کے تمام ملکوں سے اکٹھے ہوئے اور نعرے مارتے ہوئے مارسلیز سے جہازوں پر روانہ ہوئے اسی طرح وینس سے بھی۔ یہ بجائے یروشلم جانے کے قسطنطنیہ پہنچے۔ اسے

تباہ کیا اور لاطینی حکومت قائم کر لی۔ ۱۲۰۴ء میں بالڈون آف فلینڈرز کو بادشاہ بنایا۔ ان لڑکوں کا حشر بہت ہی برا اور افسوسناک ہوا۔ جہاں وہ گئے غلام بنا کر فروخت کر دیئے گئے۔ دو جہاز سارڈینیا کے قریب تباہ ہوئے۔ باقی اسکندریہ پہنچے انہی ایام میں ایک اور لڑکے مسمی نکولس (جرمنی) نے ایک لشکر تیار کیا اور براہ اٹلی مہم لیکر روانہ ہوا۔ ان کا حشر زیادہ برا نہیں ہوا۔ کچھ تو راستے میں مر گئے۔ دو لشکر مفقود الخبر ہو گئے بہت سے گھروں کو واپس لوٹ گئے اور باقی ماندہ نے اطالوی شہروں اور قصبوں میں ملازمت اختیار کر لی یہ چوتھی صلیبی جنگ تھی۔ اسے بچوں کی جنگ بھی کہا جاتا ہے۔

۱۲۱۷ء۔ پانچویں صلیبی جنگ اینڈرو شاہ ہنگری سے ہوئی۔

۱۲۱۹ء۔ ایک معاہدہ کی تکمیل کے سلسلے میں شاہنشاہ فریڈرک ثانی کے حوالہ ہوا۔ یہ بھی صلیبی جنگ ہی تھی مگر اس میں شاہ ملک کو بار بنا کر دس برس کے لئے عیسائیوں نے یہ شرط لکھوائی کہ یافا سے تلمیس تک کے علاقہ کا فریڈرک بادشاہ رہے۔ اس سے پادری ناراض ہو گئے اور بیچارے فریڈرک کو بہت جلد اٹلی واپس چلا جانا پڑا۔

۱۲۲۸ء چھٹی صلیبی جنگ فریڈرک ثانی کی قیادت میں ہوئی۔ ۱۲۲۹ء میں ایک معاہدہ کے ذریعہ سلطان کامل نے بیت المقدس عیسائیوں کے حوالہ کر دیا۔

۱۲۳۹ء مسلمانوں نے عیسائیوں سے پھر واپس لے لیا۔ یہ ساتویں صلیبی جنگ تھی جو فرانس کے بادشاہ لوئس سے ہوئی۔ اس میں لوئس گرفتار ہو گیا اور چار لاکھ طلائی سکہ دے کر ۱۲۵۰ء میں قید سے رہا ہوا اور وطن واپس چلا گیا۔

اس کے بعد آٹھویں صلیبی جنگ شاہ فرانس اور ایڈورڈ اول شاہ انگلستان سے ہوئی اس میں ساٹھ ہزار عیسائی قتل ہوئے بالآخر سخت ہزیمت کھائی۔

۱۲۴۳ء نویں صلیبی جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور بیت المقدس پر عیسائی قبضہ ہو گیا

۱۲۴۴ء عیسائیوں کو غزہ پر سخت شکست ہوئی اور بیت المقدس پر مسلمانوں کا بغیر جنگ قبضہ ہو گیا۔

۱۲۴۸ء میں دسویں صلیبی جنگ ہوئی۔ صلیبی افواج لوئس نہم کے زیر کمان تھیں یہاں تک کی

جنگوں کا جولانگاہ عکا رہا یہ جنگ بھی عیسائیوں کے لئے تباہ کن رہی کیونکہ اس میں لوئس بے شمار فوج کے ساتھ گرفتار ہو گیا تھا۔ اسے آٹھ لاکھ اشرفی بطور زرِ فدیہ ادا کرنا پڑا۔ باوجود اس کے ۱۲۷۰ء میں وہ پھر روانہ ہوا مگر ٹیونس میں مر گیا اس مہم میں ایڈورڈ اول شاہ انگلستان بھی شریک تھا جو چند ماہ بعد عکا پہنچا۔ یہ شاہنشاہوں میں آخری مجاہد تھا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ پھر ۶۷-۱۲۶۵ء پیٹر آف سائپرس مجاہد بن کر مصر اور شام میں مسلمانوں سے لڑتا رہا اور قتل ہوا۔ اس کے بعد بہت سے پوپوں نے مذہبی جنگ کے لئے تبلیغ کی مگر یورپ میں کہیں جرأت پیدا نہ ہوئی۔ چنانچہ ۱۴۵۳ء میں جبکہ محمد ثانی نے قسطنطنیہ فتح کیا۔ تو پوپ قسطنطنیہ واپس لینے میں ناکام رہا۔ اگرچہ اس نے مذہبی جنگ کا اعلان کیا یہاں تک کی کل مذہبی جنگیں عیسائیوں کے حق میں مفید نہیں رہیں۔ پوپ کا اقتدار انہی جنگوں کی ناکامی کے باعث ختم ہوا۔

ان جنگوں سے اہلِ یورپ نے بہت سے فائدے بھی حاصل کئے۔ مثلاً قند۔ روئی اور بہت سی روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کا اول اول یورپ میں رواج ہوا ان کے علاوہ بہت سے علوم اور جغرافیہ دانی عربوں سے حاصل کی۔

یہاں تک کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دس بارہ صلیبی جنگیں مسلمانوں کے خلاف محض بیت المقدس پر قبضہ کرنے کی غرض سے عیسائیوں نے لڑیں اور ان میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ انگلستان اور فرانس نے لیا۔

۱۵۱۷ء سلطان سلیم شاہ اول (ترکی) نے قبضہ کیا۔ ترکوں نے فلسطین شام اور مصر پر بھی قبضہ کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس مقدس شہر پر جنگِ عظیم تک ترکوں ہی کا قبضہ رہا۔ اس دوران میں چند ماہ کے لئے نپولین بونا پارٹ اور محمد علی پاشائے مصر کے زیرِ حکومت چند سال تک رہا۔

۱۵۴۲ء بروایت دیگر ۱۵۴۴ء سلطان سلیم اول بن سلیم شاہ نے شہر کی موجودہ فصیل جس کا گھیر ڈھائی میل ہے تعمیر کرائی۔ اس میں سات دروازے رکھے جن میں سے ایک کا نام باب الحرام ہے پیمائش و فنی کے لحاظ سے یہ شہر پناہ ۱۲۲۵۰ فٹ طویل ہے۔ اس کے علاوہ قبۃ الصخرہ کی بھی مرمت کرائی۔

۱۸۳۲ء سلطان ترکی نے محمد علی پاشا کو وہابیوں کی سرکوبی کے لئے اور بغاوت فرو کرنے کی غرض سے مامور کیا جس نے نہ صرف وہابیوں کو تباہ کیا بلکہ حجاز فلسطین و شام پر بھی اپنا تسلط قائم کیا۔

وہابیوں کو الریاض (نجد) کی جانب بھگا دیا۔

۱۸۴۰ء خدیو مصر نے سلطان ترکی کو واپس دیدیا۔

۱۸۵۵ء ترکوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کو حرم شریف میں آنے جانے کی اجازت دی اسی وقت سے فلسطین میں عیسائیوں اور یہودیوں کی نوآبادیاں قائم ہوئیں۔

۱۸۵۹ء میں سلطان محمود ثانی نے فلسطین کا دورہ کیا اور زیارت کی۔

۱۸۶۲ء میں ایڈورڈ ہفتم بزمانہ ولیعہدی نے زیارت کی۔

۱۸۹۶ء۔ بیت المقدس میں امریکن مشن نے اندھوں کا سکول جاری کیا۔

۱۸۹۸ء۔ شاہ ولیم ثانی (جرمنی) نے زیارت کی۔

۱۹۱۷ء ۸ر اور ۹ر دسمبر کی درمیانی شب کو بغیر جنگ کئے ترکوں کے آخری سپاہی نے بیت المقدس خالی کردیا۔ اس طرح چار سو سالہ عثمانی قبضہ کا خاتمہ ہوگیا اس کے بعد چند روز ترکوں نے اسے واپس حاصل کرنے کی غرض سے مضافات میں کوشش کی لیکن ناکام رہے۔

۱۰ر دسمبر کی صبح کو جنرل شیا (Shea) کمان افسر ۶۰ ڈویژن بیت المقدس میں داخل ہوا دوپہر کے وقت وہاں کے حاکم نے جنرل مذکور کو چابیاں حوالہ کردیں۔

۱۱ر دسمبر کو جنرل ایلنبائی جو مصری فلسطینی افواج (فورس ای) کا سپہ سالار اعظم تھا مع اپنے اسٹاف کے پاپیادہ باقاعدہ فاتحانہ طور پر باب یافا سے داخل ہوا (انا للہ وانا الیہ راجعون)

بقول بعض ذمہ دارانِ سلطنت برطانیہ یہ بھی ایک صلیبی جنگ تھی جسے بیت المقدس کی فتح کے بعد ظاہر کیا گیا۔ اس لحاظ سے اسے گیارہویں یا تیرہویں صلیبی جنگ قرار دینا چاہیے۔

انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ ایلنبائی کے داخلۂ یروشلم سے سوا سات سو سال پہلے یروشلم نے کسی عیسائی فاتح یا برطانی سپاہی کو نہیں دیکھا تھا۔

برطانیہ کے ذمہ دار وزیر مسٹر چرچل اپنی مصنفہ تاریخ "دی گریٹ وار" میں لکھتے ہیں کہ

۸ر دسمبر ۱۹۱۷ء کو ترک بیت المقدس سے دست بردار ہوگئے ان کے چار سو سالہ منحوس

قبضے کے بعد برطانی کمانڈر انچیف باشندگان بیت المقدس کے واہ واہ اور مرحبا کے نعروں کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔

دوسری جگہ لکھا ہے کہ ۹ دسمبر کو یروشلم کے باشندوں کی جماعت سفید جھنڈے لئے ہوئے شہر سے باہر آئی . . . . . الخ

بیت المقدس کی اس فتح کے سلسلے میں مسٹر نلسن مصنف تاریخ جنگ مجلد ۲۳ کے صفحات ۱۳۵ و ۱۳۶ پر فرطِ انبساط میں یوں رقمطراز ہے کہ

آخری صلیبی جنگ اب اپنے عروج پر تھی اور اگر سینٹ لوئس اور رمینڈ اور رچرڈ شاہ انگلستان اس حیرت افزا افواج کو دیکھتے تو ان کی روحیں متحیر ہو جاتیں کیونکہ اس کا بہت ہی قلیل حصہ مغربی اقوام (یورپین) پر مشتمل تھا۔ الجیری اور ہندی مسلمان، عرب قبائل ہندوستان کے ہزارہا فرقوں کے ماننے والے۔ افریقہ کے حبشی اور یہودی افواج ان لوگوں میں شامل تھیں جنھوں نے نصاریٰ کے مقدس شہر کو آزاد کرایا۔

جنگِ عظیم اول میں شام۔ عراق اور فلسطین وغیرہ میں مسلمان سپاہیوں کی تعداد وہاں کی کل تعداد کا ⅘ حصہ تھی۔

مسٹر جارج ٹاؤنسنڈ وارنر اپنی کتاب "گراؤنڈ ورک آف برٹش ہسٹری" کے ص ۷۵۱ پر رقمطراز ہے کہ

"بیت المقدس ۱۱۸۷ء کے بعد پہلی مرتبہ ایک عیسائی ملک کے قبضہ و تصرف میں آیا۔ جنرل ایلنبائی بڑے دن (کرسمس) سے ایک پندرھواڑے سے کم عرصہ میں باضابطہ طور پر بیت المقدس میں داخل ہوا۔

یہی مصنف ص ۷۵۷ پر لکھتا ہے۔

قریب قریب اسی وقت جنرل ایلنبائی نے فلسطین میں شاندار پیشقدمی کی۔ اس پیشقدمی کے انصرام کا سہرا خاص طور پر ہندوستانی افواج کے سر ہے۔

مسٹر لوول ٹامسن اپنی کتاب "عرب میں لارنس کے ہمراہ" کے ص ۱۸ پر احسان جتاتے ہیں کہ

ایلنبائی نے فلسطین کو آزاد کرایا جو یہودیوں اور عیسائیوں کی مقدس سرزمین ہے۔ لارنس نے عرب کو آزادی دلوائی جو لکھوکھا مسلمانوں کی متبرک سرزمین ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو مقاماتِ مقدسہ کی واپسی نصاریٰ میں بیداری کی محرک ہوئی اور بیت المقدس کی تسخیر ترکی کے زوال کی معاون ہوئی۔ ایسی حالت میں جبکہ اس سے پہلے دیگر مقاماتِ مقدسہ یعنی مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور بغداد شریف سے ترک نکالے جا چکے تھے۔

ایک مستند راوی جس کا حوالہ جلال الدین السیوطیؒ نے دیا ہے وہ کہتا ہے کہ بیت المقدس حضرت عمرؓ کی فتح سے لیکر ۱۰۹۹ء تک مسلمانوں کے قبضے میں موجود رہا۔ اس سنہ میں عیسائیوں نے اسے فتح کیا اور مسلسل سات یوم مسلمانوں کی بڑی تعداد کو بے دریغ تہ تیغ کر کے جامِ شہادت پلایا۔ انھوں نے مسجدِ اقصیٰ میں ستر ہزار مسلمانوں کو شہید کیا اور صخرہ میں سونے چاندی کے برتن اور بے شمار مال و دولت جو محفوظ صندوقوں میں بند تھا نکال کر لیلیا گیا۔ آگے چل کر وہ کہتا ہے کہ

لیکن سلطان صلاح الدین کو خدا تعالیٰ نے بیت المقدس کی مکمل آزادی کے لئے مامور کیا کیونکہ وہ سب سے زیادہ مشہور شیر دل اور دہکتی ہوئی آگ کا پتلا تھا۔

۱۹۳۳ء ۲۶ ستمبر کو ابی سینیا یا حبش کی ملکہ ویزومنین نے شاہنشاہ ہیلے سلاسے اول کے جشن سے چلے آنے کے بعد زیارت کی۔ آپ اپنے تئیں حضرت سلیمانؑ اور ملکہ شیب کی اولاد بتاتی ہیں۔

مسلمانوں سے پیشتر بیت المقدس پانچسو سال تک رومن اور بازنطینی تسلط میں رہا۔

بیت المقدس کی فتح کے بعد جنرل ایلنبائی کو علاوہ دیگر اعزازات کے پچاس ہزار پونڈ حکومتِ برطانیہ نے انعام دیا اور جارج پنجم شاہ انگلستان و شاہنشاہ ہند نے ان کی خدمات کو بیحد سراہا۔

۱۹۲۰ء میں صلح کانفرنس نے فلسطین کو برطانیہ کے زیر انتداب دیا تو سر رابرٹ سموئیل پہلا ہائی کمشنر مقرر ہوا۔

۱۹۳۶ء موسمِ بہار میں عرب ہائی کمیٹی کا تقرر عمل میں آیا۔ کمیٹی کے اعلان سے چھ ماہ تک یادگارِ زمانہ ہڑتال رہی۔ اس کمیٹی کے صدر یروشلم کے مفتی اعظم الحاج امین الحسینی آفندی تعلیم یافتہ جامع ازہر (مصر)

صدر مقرر ہوئے۔ انھیں حکومتِ برطانیہ نے ۱۹۲۱ء میں مفتی تسلیم کیا تھا مفتی صاحب کی گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری ہوا تو آپ مسجد اقصیٰ میں معتکف ہوگئے۔ اگرچہ مسجد کا محاصرہ تھا مگر آپ بھیس بدل کر شام روانہ ہوگئے وہاں سے آپ لبنان میں مقیم ہوئے۔

یہودیوں نے بھی صیہونی ایجنسی قائم کی۔ یہ کمیٹی حکومت کا بایاں بازو ہے۔

یہودیوں کے داخلہ اور قومی وطن کے خلاف ۲ نومبر ۱۹۴۵ء تک یہاں سینکڑوں فسادات اور ہڑتالیں ہوچکی ہیں اور یہ اب مستقل عذاب بن گیا ہے اور ٹرومین صدر امریکہ کے خط نے غم وغصہ کو پہلے سے بہت زیادہ کردیا ہے گو امریکہ و برطانیہ کی جانب سے مسئلہ فلسطین کے حل کے لئے ایک کمیٹی قائم ہوچکی ہے مگر امید نہیں کہ وہ کوئی تسلی بخش اور قابلِ قبول حل تلاش کرنے میں کامیاب ہوسکے۔

**مسجدِ اقصیٰ** مسجد عمر یا مسجد الصخرہ یا مسجد الاقصیٰ یا الاقصیٰ کئی ناموں سے موسوم ہے مسجد کے احاطہ کو حرم شریف کہتے ہیں جو ۱۴۹۹ فٹ لمبا ہے اور ۵۹۵ فٹ چوڑا ہے۔ اس کے دس دروازے ہیں، پانچ کھلے اور پانچ بند رہتے ہیں۔ اس احاطہ کے درمیان ایک پختہ سنگِ مرمر کا تخت ہے یا چبوترہ جو غالباً ۵۰۰ مربع فٹ ہے۔ اس کی بلندی احاطہ کی سطح سے بارہ چودہ فٹ ہوگی۔ اس پر چڑھنے کے لئے اچھی اور کشادہ سیڑھیاں ہیں۔ اس تخت کے اردگرد بہت سے حجرے بنے ہوئے ہیں جن میں موذن و خدام رہتے ہیں یا سامانِ مرمت رکھا رہتا ہے لیکن سب سے زیادہ حسین و خوشنما وہ مسجد ہے جو اس تخت کے بیچوں بیچ ہے جس کو مسجد الصخرہ کہتے ہیں اس وجہ سے کہ اس کے اندر ایک پتھر لگا ہوا ہے جس کی نسبت خیال ہے کہ یہ پتھر اس وقت آسمان سے گرا تھا جب کہ پہلے پہل موت ہوئی تب سے یہیں پڑا ہے۔

کہتے ہیں کہ سب نبی اسی پر بیٹھ کر خدا کے احکام لوگوں کو پہنچایا کرتے تھے پھر یہ اڑ کر جانے کو تھا کہ حضرت جبریلؑ نے اپنے ہاتھ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک اس کو روک دیا پھر حضرت نے ہمیشہ کے لئے اس کو قائم رکھا (یہ روایت سندِ صحیح سے ثابت نہیں ہے) یہ مسجد ہشت پہل ہے۔ ہر پہلو ساٹھ فٹ ہے۔ اس کے پتھروں سے ثابت ہے کہ یہ ہیکل ہی کے پتھر ہیں۔ گنبد نوے فٹ

بلند ہے اور اس کا قطر چالیس فٹ ہے۔ مسجد کے نیچے ایک تہ خانہ بھی ہے جس میں مسجد سے ایک کھڑکی کے ذریعہ شمع یا ٹارچ لیکر نیچے اترتے ہیں۔ نیچے جا کر حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ کی بنیاد کے نشان معلوم ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کے نزدیک اس مسجد کی زیارت اور قصداً وہاں جا کر نماز پڑھنا نہایت ہی ثواب اور قبولیت کا کام ہے۔ مسلمان زائرین کے لئے ایک مسافر خانہ بھی ہے جسے تکیہ کہتے ہیں۔ یہاں کھانا پینا شیخ تکیہ کی معرفت سلطان المعظم کی طرف سے ملا کرتا تھا مگر اب جبکہ برطانیہ کا قبضہ ہو گیا ہے معلوم نہیں کہ تکیہ کا کیا حشر ہوا۔ یہ تو ضرور ہے کہ لنگر بند ہو گیا ہو گا اس لئے کہ مسلمانوں کے عہد میں یہ سارا بار خزانہ پر تھا۔ برطانی بجٹ میں ایسے امور کے لئے کہیں بھی کوئی مد نہیں۔

الصخرہ | الصخرہ کے معنی چٹان ہیں اور یروشلم کی وہ مقدس چٹان مراد ہے جس پر معبد بنایا گیا تھا اور اب اس پر قبۃ الصخرہ (چٹان کا گنبد) قائم ہے اور انگریزی داں حضرات اسے مسجد عمر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ چٹان جنت سے آئی تھی۔ یہ چٹان زمین کا سنگِ بنیاد ہے۔ کل انبیاً علیہم السلام کا مصلی ہے اور کعبۃ اللہ کے بعد مسلمانوں کے نزدیک سب سے زیادہ مقدس اور پاک مقام ہے۔ امام جلال الدین السیوطی اپنی کتاب معبد یروشلم مرتبہ رینلڈ ص ۴۴ میں مندرجہ ذیل بیان اس شاندار صخرہ کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ:-

ابن المنصور نے ہم کو بتایا کہ صخرہ بیت المقدس حضرت سلیمانؑ کے عہد میں بارہ ہزار ہاتھ بلند تھا اور ایک ہاتھ اس زمانہ میں پورے ہاتھ کے برابر ہوتا تھا یعنی آج کل کا ایک ہاتھ اور ایک بالشت اور ہاتھ کی چوڑائی اس پر ایک معبد تھا جو صندل کی لکڑی کا بنا ہوا تھا اس کی اونچائی بارہ میل تھی۔ اس پر سونے کی جالی بندھے ہوئے لعل اور موتیوں کی دو تسبیحوں کے درمیان تھی۔ جس کو بعلکا کی عورتوں نے رات کے وقت بنا تھا یہ جالی تین دن کام آتی تھی۔ جب سورج نکلتا تھا تو عمواس (Emmaus) کے لوگ اس معبد کے سایہ میں رہتے تھے اور جب سورج ڈوبتا تھا تو بیت الرحمن کے لوگ سایہ میں رہتے تھے مگر اور دوسری وادیوں کے رہنے والے بھی اس کے سایہ میں ہوتے تھے

اس پر ایک بڑا لعل نصب تھا جو رات میں سورج کی طرح چمکتا تھا مگر جب روشنی پھیلنی شروع ہو جاتی تھی تو اس کی چمک ماند پڑ جاتی تھی اور ۵۸۷ بروایت دیگر ۵۲۸ سال قبل مسیح جب تک بخت نصر نے (Nebuchadnezzar.) تمام چیزوں کو برباد نہیں کیا یہ سب کچھ برقرار تھا۔

بخت نصر نے جو کچھ ہاتھ لگا لوٹ لیا اور یونان لے گیا اور قتل عام کے علاوہ بے شمار یہودیوں اور یہودنوں کو بطور غلام اور لونڈی اپنے ہمراہ لیگیا گویا ایک طرح سے بقیۃ السیف یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔

دوسری روایت سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ صخرۂ بیت المقدس سر بفلک تھا جس کی بلندی بارہ میل تھی اور اس کے اوپر آسمان کے درمیان بارہ میل سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا یہ سب چیزیں اسی حالت پر قائم تھیں کہ یونان یا روم نے اس پر قبضہ کر لیا یعنی بخت نصر کی تباہ کاریوں کے فوراً ہی بعد قبضہ کر لیا تو یونانیوں نے کہا کہ ہمیں اس عمارت سے جو پہلے یہاں تھی بہت بڑھ چڑھ کر بنانی چاہئے چنانچہ انھوں نے اس پر ایک عمارت تعمیر کی سطح زمین پر اس کا عرض اتنا تھا جتنا آسمان میں ارتفاع تھا۔ اس کو سونے سے منڈھ دیا اور چاندی پھیر دی اور اس میں داخل ہو کر بت پرستی شروع کر دی جس کی وجہ سے وہ عمارت ان پر اوندھ گئی اور وہ سب دبکر ہلاک ہو گئے اور کوئی بھی نہ بچا۔

جب شاہ یونان نے یہ حادثہ دیکھا تو موبد اعلیٰ اور اپنے وزرا اور یونان کے امرا کو طلب کر کے دریافت کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے دیوتا ہم سے خوش نہیں ہیں اور اسی لئے ہم پر نوازش نہیں کرتے۔ اس پر اس نے دوسرا معبد تیار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ صرف کثیر سے وہ بن کر تیار ہوا تو پھر اس میں ستر آدمی داخل ہوئے اور حسب معمول بت پرستی کرنے لگے۔ ان کا بھی وہی حشر ہوا کہ عمارت ان پر اوندھ گئی مگر ان کا بادشاہ شامل نہیں تھا۔

بادشاہ نے تیسری مرتبہ سب کو اکھٹا کر کے پھر استصواب کیا کہ تمہارا اب کیا خیال ہے انھوں نے پھر یہی کہا کہ ہمارا خدا ہم سے خوش نہیں کیونکہ ہم نے بیش قیمت چڑھاوے نہیں چڑھائے لہذا ایک تیسرا معبد ہم کو بنانا چاہئے چنانچہ تیسری مرتبہ عمارت پھر بن کر تیار ہوئی اور انھوں نے خیال کیا کہ

ہم نے اس کو مناسب بلندی تک پہنچا دیا ہے۔ بادشاہ نے تیاری کے بعد عیسائیوں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ کوئی خامی ہو تو بتلاؤ۔ سب نے کہا کہ خامی کوئی نہیں البتہ اس کے چاروں طرف سونے چاندی کی صلیبیں نصب ہونی چاہئیں۔ پھر تمام لوگ اس کے اندر داخل ہوئے تاکہ مقدس کتابیں پڑھیں مگر اندر جا کر بت پرستی شروع کر دی۔ معاً یہ تیسری عمارت بھی ان پر آن پڑی اس پر بادشاہ نے مشورہ کے لئے پھر سب کو جمع کیا کہ اب ان کو کیا کرنا چاہیئے۔ ان پر بہت خوف طاری تھا۔ اہلِ مشاورت میں سے ایک ضعیف آدمی جو سفید کپڑوں میں ملبوس اور سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھا اس کی کمر دوہری تھی اور عصا کے سہارے کھڑا ہوا تھا اس نے حضارِ نصاریٰ کو خطاب کر کے کہا کہ میری بات سنو اور توجہ سے سنو۔ کیونکہ میں تم میں سب سے عمر رسیدہ ہوں اور معتکف زہاد کے حلقہ میں سے تم کو صرف اس عمارت کے متعلق مطلع کرنے آیا ہوں کہ اس کے تمام قالبض ملعون ہیں اور تقدس اس جگہ باقی نہیں رہا ہے بلکہ دوسری جگہ منتقل ہو گیا ہے اس لئے میں تم کو بتاتا ہوں کہ تم کلیسائے نشور (Church of Resurrection) بناؤ۔ میں تم کو وہ مقام دکھاتا ہوں لیکن تم آئندہ پھر کبھی مجھ کو نہیں دیکھ پاؤ گے۔ لہذا میں جو کچھ تم سے کہوں اسے نیک نیتی سے انجام دو۔ اس طرح اس نے ان سب کو دھوکا دیا اور ان کی لعنت کو زیادہ کر دیا اور ان کو چٹان کاٹنے کا حکم دیدیا تاکہ اس کے پتھروں سے اس جگہ گرجا بنائیں ان سے باتیں کرتے کرتے وہ ضعیف شخص غائب ہو گیا اور پھر کبھی نظر نہیں آیا۔ اس وجہ سے ان کی بے دینی میں اضافہ ہو گیا اور کہنے لگے کہ یہ اسمِ اعظم ہے پھر انھوں نے مساجد منہدم کر دیں اور ستون و پتھر و دیگر اشیا اٹھا کر لے گئے اور اس سامان سے انھوں نے کلیسائے نشور اور وادی ہنون (Hinnon) کا گرجا تعمیر کیا۔

علاوہ ازیں اس ملعون بڈھے شخص نے ان کو حکم دیا کہ جب تم یہ دونوں عمارتیں بنا لو تو اس جگہ کو لے لو جس کے قالبض ملعون ہیں اور جہاں سے برکت دور ہو گئی ہے اور اس کو کوڑے کرکٹ کے لئے ڈلاؤ بنا لو۔ اس طرح انھوں نے اپنے خدا کو خوش کیا۔ کوڑے کرکٹ کا انھوں نے

بہت اہتمام کیا یہاں تک کہ بعض موسموں میں تمام غلاظت اور گندگی قسطنطنیہ سے جہازوں میں بھر کر بھیجی جاتی تھی اور ایک مقررہ وقت پر صخرہ پر پھینک دی جاتی تھی یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب سے بیدار کیا اور راتوں رات ان کو یہاں کی سیر کرائی جو انھوں نے یہاں کی غیر معمولی تقدیس اور اس کی بے مثال عظمت کی وجہ سے کی۔

ہم نے پڑھا ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ اس صخرہ کو سفید مونگے کا بنا دے گا اور بڑا کر کے زمین و آسمان پر پھیلا دے گا پھر لوگ اس صخرہ پر سے جنت یا دوزخ میں جائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ زمین کسی اور طرح کی زمین میں بدل جائیگی اور آسمان سفید ہو جائیں گے مٹی چاندی بن جائے گی اور اس پر کسی قسم کی آلودگی نہیں رہیگی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ اس دن یہ زمین کوئی اور زمین بن جائے گی اور یہ آسمان بدل جائے گا تو خلقت اس دن کہاں ہوگی. آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ پل صراط پر۔

(باقی آئندہ)

---

الحاضر العالم الاسلامی

معاملہ خط وکتابت سے طے ہوسکتا ہے۔ مکتبہ برہان میں اس بلند پایہ اور نایاب کتاب کا ایک نسخہ آگیا ہے

مجلد چرمی

مکتبہ برہان دہلی، قرول باغ